سندھ میں ہندوؤں سے مکالماتی دعوتی تحریکات کے اسالیب: عملی منہج و تجاویز

THE PREACHING AND DIALOGUE WITH HINDU MOVEMENTS IN SINDH

Ghulam Muhammad Shaikh*
Zain-ul-Abdin Arijo**

Abstract

In the Islamic history of Sindh, dialogue has been in forced since beginning till now. Hazrat Umar bin Abdul Aziz has started it, by delivering them to son of Raja Dahir who later became Muslim. This method is still the need of the day. This mode of dialogue is necessary for the human being. Islamic theology, which is also present in Hindu religion, is required to be brought forward. In the Islamic point of view, all new and old dialogues and their revival and renovation are included in it. In the light of the dialogues of Quran and Sunnah irrevocable and unchangeable to organize dialogue make in such a way that it becomes useful for all in present world. Biography and their educational services are brought in discus in the light of dialogue method. In this regard interviews from preachers are also conducted.

Key words: Dialogue, Preaching, Hindu, Conversion, Sindh

تعارف

سندھ کی قدیمی تہذیب ہندو پس منظر کی حامل رہی ہے۔ آج بھی سندھ کی سب سے بڑی اقلیت ہندو اور بھیل ہے۔ سندھ کی سرزمین اپنی فطرت میں عاجزی، انکساری کا مرصع رہی ہے، مہمان نوازی اور رواداری آج بھی رائج ہے۔ طلوع اسلام کے ساتھ ہی اس کا تعلق اسلام کے ساتھ جڑ گیا تھا، پانچ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مزارات اور سندھیوں کی دربار نبوی میں موجودگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

* Ph.D. Research Scholar, University of Sindh, Jamshoro
** Assistant Professor, Islamic Studies, Shah Abdul Latif University, Khairpur

کی توجہ و تعارف اس بات کا ثبوت ہے۔ محمد بن قاسم کی آمد کے بعد یہ خطہ دار الاسلام اور مسلم اسٹیٹ بن گیا۔ علماء نے ہندوؤں سے مکالمے کیے، جن میں حافظ محمد صدیق بھرچونڈی، مولانا سید تاج محمود میں اپنے امروٹی، مولانا حماداللہ ہالیجوی رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں، اور اب تک یہ مکالمہ جاری ہے۔

مقالے میں درج ذیل عنوانات سے بحث کروں گا۔

1. ہندوؤں اور سندھ کا پس منظر و خصائل
2. دعوت دین کیلئے منہج کی تبدیلی و تجاویز
3. سندھی زبان میں مواد (آڈیو، ویڈیو، پرنٹ) کی تیاری اور اندرون سندھ دعوہ سینٹر کا قیام اور دعوہ سینٹر میں ہندو مسلمان داعیوں کی ملاقاتیں
4. نومسلموں کے تحفظ کیلئے وکلاء کا پینل بالخصوص نومسلم بچیوں کی شادی اور ان کے تحفظ کا انتظام

سندھ کا پس منظر و خصائل

سندھ کا نام سن کر جو تصور ہمارے ذہن میں آتا ہے وہ اس چھوٹے سے ملک کا تصور ہوتا ہے جو اس وقت پاکستان کا ایک حصہ ہے لیکن آج سے سینکڑوں برس پہلے سندھ کا اطلاق جس علاقے پر ہوتا تھا، وہ بہت ہی طویل و عریض کرہ ارض پر پھیلا ہوا تھا۔ مغرب میں مکران تک، جنوب میں بحیرہ عرب اور گجرات تک، مشرق میں راجپوتانہ اور شمال میں ملتان سے آگے جنوبی پنجاب تک سرحدیں ملتی تھیں۔ سندھ علم و ادب کا گہوارہ تھا، جہاں سے ایران، یونان تک علمی کتب جایا کرتی تھیں۔ سید ناصر شہزاد بحوالہ مقالات شبلی رقمطراز ہیں:

"سندھ وہ سرزمین ہے جہاں سب سے پہلے کتابیں لکھی گئیں اور یہ قدیم دور سے
علم و ادب کا مرکز تھا جہاں سے ایران و یونان تک علم کی ترسیل ہوا کرتی تھی
اس تناظر میں کہا جاسکتا ہے کہ یونان بھی علمی طور پر سندھ کا شاگرد رہا ہے۔"[1]

غیر ملکی علماء کا سندھ سے عقیدت کا یہ عالم تھا کہ فردوسی جیسے ایرانی شاعر نے اپنی شہرہ آفاق کتاب شاہنامہ میں لکھا ہے کہ:

"ساقی مجھے شراب موہن جو دڑو کی مٹی سے بنے ہوئے پیالے میں دے اور کاش کہ وہ مٹی میرے آباءواجداد کی ہوتی"[2]

سندھ کی مہمان نوازی بھی ضرب المثل تھی، مزدور فیڈریشن کے صدر مسٹر ڈانگی نے بیان دیا تھا کہ:

"مجھے فخر ہے کہ آج میں اسی دھرتی پہ کھڑا ہوں جہاں اجنبیوں کو بھی بغیر پوچھے روٹی کھلائی جاتی ہے"۔

1843ع میں چارلس نیپئر نے سندھ کو برطانوی ہند میں شامل کر لیا اور اسے بمبئ کا حصہ بنادیا جو کہ سندھ سے آٹھ سو میل دور تھا۔

1868ع میں سندھ ایکٹ پاس ہوا جس میں سندھ کے کمشنر کو انتظامی طور پر بہت زیادہ آزادی دی گئی۔ سندھ کو ممبئ سے علیحدہ کرنے والی تحریک میں ابتداً مسلمان، ہندو، پارسی اور سکھ برابر کے شریک تھے۔ بعد ازاں ہندوؤں کو محسوس ہوا کہ ہم سندھ میں اقلیت میں ہیں، اسلئے ہمیں جداگانہ حیثیت کا خاطر خواہ فائدہ نہ ہوگا۔ مسلمان سیاستدان اس تحریک کو کامیاب کرنے کے لئے دن رات جدوجہد کرتے رہے۔ جن میں سرکردہ سر حاجی عبداللہ ہارون، ایوب کھڑو، پیر علی محمد راشدی، مولانا محمد صادق، حکیم فتح محمد سیوہانی و دیگر شامل تھے، یہاں تک کہ اپریل 1936ع میں سندھ کو بمبئ سے جدا کر کے علیحدہ صوبہ کی حیثیت دی گئی۔[3]

سندھ اتنا قدیم ہے کہ اسکے متعلق وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ کب سے ہے اور اسمیں کیا کیا تغیراتِ ارضی وقوع پذیر ہوئے۔ تاریخ سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہیکہ آج سے ہزاروں سال پہلے جب آریہ اس ملک میں آئے تو انہوں نے اس خطہ میں دریا کے بہنے کی وجہ سے اسکو سندھو کہنے لگے۔

آہستہ آہستہ سندھو سے سندھ مشہور ہوا اور یہ نام اسقدر مقبول ہوا کہ ہزاروں سال گذرنے کے باوجود آج تک اسے سندھ ہی بولا جاتا ہے۔ سندھ کا کل رقبہ 54123 میل ہے۔[4]

سرزمین سندھ میں جو دریا بہتا ہے اسے مہران بھی کہتے ہیں یہ دریا ملک تبت کیلاس پہاڑ سے نکل کر کشمیر، پنجاب اور خیبر پختون خواہ سے ہوتا ہوا مٹھن کوٹ کے قریب پنجاب میں شامل ہو کر کشمور شہر کے قریب

سندھ میں داخل ہوتا ہے اور جنوب مغرب میں سات سو میل بہہ کر کیٹی بندر ضلع ٹھٹہ کے متصل کئی شاخوں میں تقسیم ہو کر میدانوں میں بہتا ہوا بحیرہ عرب میں جا گرتا ہے۔

سندھ میں زیادہ تر سندھی زبان بولی جاتی ہے۔ اس زبان کا رسم الخط عربی سے ملتا جلتا ہے۔ مختلف خطوں کے لہجے الگ الگ ہیں لیکن تلفظ میں شیرینیت اور لہجہ میں ایک دلکشی پائی جاتی ہے۔

البیرونی نے کتاب الہند میں لکھا ہے کہ سندھی، عربی اور ناگری اسی خط میں لکھی جاتی ہے۔ مولانا ابوالحسن سندھی دسویں صدی ہجری کے آخر یا گیارہویں صدی کی ابتدا میں پیدا ہوئے، انہوں نے مقدمہ الصلواۃ لکھ کر سندھی درسی کتاب کی بنیاد ڈالی، مولانا ابوالحسن کو سندھی علم و ادب کا معمار کہا جاتا ہے، تقریباً پچاس کتابیں اس رسم الخط میں لکھیں۔[5]

جب رسول اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو اس وقت سندھ میں رائے ساہیرس بن ساسی کی حکومت تھی۔ اسکی وفات کے بعد رائے ساہیرس دوم حکمران بنا جس پر نیم روز کے بادشاہ نے حملہ کیا ،اچانک گلے میں تیر لگنے سے ہلاک ہو گیا۔ ساہیرس دوم کے لشکر نے اسی کے بیٹے ساسی دوم کو تخت پر بٹھایا، اس نے لگان کے بجائے اپنی رعایا کو چھ قلعوں اچ ،ماتھیلہ، سیورائی، مٹو اور سیستان کو مٹی سے بھر دینے کا حکم دیا۔ رائے حکومت کے بعد برہمن حکومت قائم ہوئی۔ اسکا پہلا راجہ چچ بن سلائج تھا، اسکے بعد اسکا بھائی چندر حکومت کرتا رہا اور 668ع میں وہ مر گیا۔ چندر کے مرنے کے بعد سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ اروڑ (الور) میں چچ کا لڑکا داہر تخت نشین ہوا اور برہمن آباد میں چندر کا لڑکا راج بادشاہ بنا ایک سال بعد راج مر گیا تو اس حصہ پر بھی داہر نے قبضہ کر لیا۔[6]

59 ہجری (779-778) میں رمل کے راجہ نے ایک کثیر فوج اور ہاتھیوں کے ساتھ داہر کے ملک پر حملہ کیا، راجہ داہر اس حملہ سے پریشان ہوا، اسنے اپنے وزیر برہیمن سے مشورہ کیا اسنے کہا کہ ہمارے علاقے میں عرب آئے ہوئے ہیں، ان سے مشورہ کریں، چونکہ عرب فطرتاً بہادر ہوتے ہیں اور جنگی مہمات کا کافی تجربہ رکھتے ہیں وہ عرب جو داہر کے علاقے میں آئے ہوئے تھے وہ اسلامی حکومت سے بغاوت کر کے پانچسو سواروں کے ساتھ فرار ہو کر سندھ میں آئے ہوئے تھے ان کا سردار علافی (جو کہ بنو اسامہ سے تھا)

راجہ داہر نے اسے بلایا اور علافی سے مشورہ کیا علافی نے داہر کا ساتھ دیتے ہوئے اپنی تدبیر سے رمل کی فوج پر شب خون مارا اور انہیں بھگا دیا، راجہ داہر نے خوش ہو کر علافی کو انعام واکرام کے ساتھ سرحد مکران پر ایک علاقہ کا گورنر بنا دیا۔ جہاں اسلامی حکومت کے یہ باغی آباد ہو گئے۔ علافی نے مکران کے گورنر سعید بن اسلم کو شہید کیا تھا گویا کہ داہر کی اسلامی حکومت سے مخالفت کی پہلی بنیاد تھی۔[7]

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے تقریبا پندرہ سال بعد خلافت اسلامیہ نے سندھ میں ایک فوجی مہم بھیجی تھی۔ اسکے بعد حجاج بن یوسف ثقفی نے اپنے داماد محمد بن قاسم کو راجہ داہر سے اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لئے بھیجا جس میں وہ کامیاب ہوا۔ محمد بن قاسم اس علاقہ میں قریباً چار سال رہا۔ اس دوران اس نے نہ صرف ملکی فتوحات کیں بلکہ جتنا علاقہ اسنے فتح کیا اسکے انتظامات اور نظم ونسق کی طرف بھی خصوصی توجہ دی۔ محمد بن قاسم اور اسکے ساتھیوں کے اخلاق حسنہ، مذہبی اعتقادات اور ملکی نظم ونسق نے یہاں کے ہندوں کو بہت متأثر کیا اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ محمد بن قاسم کا ملکی نظم ونسق ترکوں اور افغانوں کی بہ نسبت زیادہ رواداری اور رعیت پروری پر مبنی تھا۔ محمد بن قاسم سے قبل داہر کے باپ راجہ چچ جو کہ ایک متعصب ہندو تھا، اپنی رعایا کے لئے نہایت سخت قوانین بنائے ہوئے تھے ان کو حکم تھا کہ ننگے سر اور ننگے پاؤں اور کتوں کو ساتھ لے کر چلا کریں، اسکے برعکس محمد بن قاسم نے اپنے مفتوحوں کے ساتھ نہایت عقل مندی کیساتھ فیاضی کا سلوک کیا، مال داری کا پرانا نظام قائم رہنے دیا اور قدیمی ملازموں کو انکی ملازمتوں پر برقرار رکھا۔ ہندو پجاریوں، پروہتوں اور برہمنوں کو اپنے مندروں میں پوجا کی پوری پوری اجازت دی انپر ایک خفیف سا ٹیکس عائد کیا جو آمدنی کے مطابق ادا کرنا پڑتا تھا، اسی روش کی وجہ سے ہندو بہت متاثر ہوئے اور کثیر تعداد میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

راجہ داہر کی غیر معقولیت اور فریب کا اندازہ مورخ اعجاز الحق قدوسی یوں تحریر کرتا ہے:

"جب محمد بن قاسم نے الور کو فتح کیا تو ان جہازوں کے مسافر قیدی الور کے جیل خانہ سے نکالے گئے"۔[8]

جس جیل میں یہ عرب قید تھے اسکے داروغے نے بھی قیدیوں کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا اور دیبل کے بڑے افسر حمید بن وداع نجدی مقرر ہوئے، شہر میں ایک خوبصورت مسجد تعمیر کروائی یہ سندھ میں پہلی مسجد تھی جو تعمیر ہوئی۔[9]

محمد بن قاسم کے اس بہترین سلوک اور برتاؤ سے سارے شہر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی، ہر ایک برہمن کی زبان پر اسلامی حکومت کی تعریف تھی اور برہمن ہی اطراف واکناف سے آئے ہوئے لوگوں کو اسلامی حکومت کی تعریف اور اسکی خوبیاں بتاتے اوران سے کہتے کہ تم ہر طرح سے مطمئن رہو اور ان کے متعلق کسی قسم کا برا خیال دل میں نہ لاؤ اور تمہاری بات سنی جائے گی اور تمہارا مشورہ قبول کیا جائے گا۔[10]

محمد بن قاسم کی معزولی اور شہادت

سلیمان بن عبد الملک نے مشرقی ممالک کا حاکم اعلٰی یزید بن مہلب کو مقرر کیا جس کو حجاج اور اس کے خاندان سے سخت دشمنی تھی۔ یزید بن مہلب نے محکمہ خراج کا نگران صالح بن عبد الرحمٰن کو بنایا جو کہ خارجی تھا چونکہ حجاج نے خارجیوں کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی، اسلئے صالح نے ابن مہلب سے حجاج اور اسکے متعلقین کو قید و قتل کرانا شروع کر دیا اور محمد بن قاسم کو بھی مجرم قرار دے کر سندھ کی حکومت سے معزول کر کے قید کروایا گیا اور سخت ایذیتیں دیتے ہوئے اسے زندان میں ہی شہید کر دیا گیا۔

اہل سندہ نے جب یہ روح فرسا خبر سنی ان کو بڑا دکھ ہوا اور وہ ان کے اخلاق واوصاف کو یاد کر کے روئے اور شہر کیرج میں ان کی یاد تازہ رکھنے کے لئے محمد بن قاسم کی ایک شبیہ بنا کر نصب کیا۔[11]

سندھ میں اموی حکومت تقریبا چالیس سال رہی، بنوامیہ کے زمانے میں سندھ میں خالص اسلامی حکومت تھی۔ ان کے دور میں سندھ میں بت پرستوں کا زور ٹوٹا اور اسلام کو خاص ترقی ہوئی ان کے طرز حکومت کی وجہ سے سندھ کے مقامی باشندوں کو اسلام سے کوئی پرخاش اور عداوت نہیں ہوئی بلکہ لوگ اسلامی مروت اور رواداری کو دیکھ کر جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے اور ان کے زمانے میں اسلامی اخوت کی وجہ سے قومی و نسلی تعصبات کے جذبات بہت کم سر اٹھا سکے۔ عمر بن عبد العزیز نے بھی سندھ کے حکمرانوں اور ذمہ

داروں کو اسلامی دعوتی خطوط لکھے اور سب سے پہلے داہر کے بیٹے جے سنگھ نے اسلام قبول کیا اور اکثر راجاؤں نے بھی اسلام قبول کیا۔[12]

خلافت بنی عباس میں سندھ

بنو عباس کے دور حکومت میں زیادہ تر طوائف الملوکی رہی، خلفشار کو دیکھ کر کافی حاکموں نے خراج دینا بند کر دیا۔ منصور کے زمانہ میں جب ایک سندھ کا وفد جس میں بڑے بڑے علماء شامل تھے، ان کے پاس باریاب ہوا غالباً سندھ وہند کے علماء کا عربوں سے یہ پہلا ربط تھا، اس وفد میں سنسکرت کا ایک بہت بڑا عالم بھی تھا جس نے سدھانت کو خلیفہ کے سامنے پیش کیا پھر خلیفہ کے فرمان پر ابراہیم فزاری ریاضی دان نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا اور غالباً اسی نے عربوں کو 9 تک حسابی رقم (ہندسے) لکھنے کا طریقہ بھی بتلایا۔[13]

ہباری حکومت

خاندان قریش کے بنو اسد کا ایک شخص ہبار بن اسود تھا۔ اسکی اولاد میں سے منذر بن زبیر، حکم بن عوانہ حاکم سندھ کے ساتھ سندھ آیا اور یہیں بود و باش اختیار کرلی۔ عبداللہ بن عمر ہباری کے زمانہ میں قرآن مجید کا پہلا سندھی زبان میں ترجمہ ہوا۔ جسے ہندو راجہ مہروک بن رائق کی خواہش پر کیا گیا تھا۔[14] اور وہ درپردہ اسلام لایا اسی طرح 259ع میں سندھ کا ایک راجہ مسلمان ہوا جس نے کعبہ کو نہایت گراں قدر نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔[15]

ہباری خاندان کی عہدِ حکومت کے بعد غزنوی حکومت کا عہد رہا جسمیں اردو زبان کی ابتدا ہوئی اور سندھ علم وفنون اور دعوت و تبلیغ کا مرکز رہا اسکے بعد غلام خاندان غوری، خلجی، تغلق، سومرہ، سمہ خاندان کی حکومتیں رہیں۔

توضیحات تاریخ معصومی کے مطابق سمہ فرمانرواؤں میں جام نظام الدین (ثانی) المعروف جام نندہ 1461ع تا 1508ع بمطابق 866ھ تا 914ھ فرمانروا گذرے ہیں جسکی تخت نشینی میں علماء، صلحاء، رعایا اور فوج کا اتفاق رائے شامل تھا۔ سندھ کی تاریخ کے محقق سید حسام الدین راشدی نے جام نظام الدین نندہ کی بلندیٔ سیرت و کردار کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ:

"جام نندہ کی پاکبازی، زہد و تقوی کے متعلق کئی کہانیاں مشہور ہیں قاضی عبداللہ کی نماز جنازہ کے متعلق جب یہ سوال پیدا ہوا کہ انکی نماز جنازہ وہ پڑھائے جو ساری عمر باوضو رہا ہو، لیکن کوئی اسکے لئے آگے نہ بڑھا، حالانکہ اس وقت ٹھٹہ میں بہت سے صوفیائے کرام اور علماء موجود تھے، چونکہ یہ وصف سندھ کے سلطان جام نندہ میں موجود تھا۔ اس لئے اسنے آگے بڑھکر ان کی نماز جنازہ پڑھائی"[16]۔

اسکے عہد حکومت میں دعوت کا کام اتنا زور سے جاری تھا کہ کافی سارے لوگ مسلمان ہوگئے اور مسجدیں نمازیوں سے معمور رہتی تھیں کوئی بھی گھر میں نماز پڑھنے کے لئے تیار نہ تھا۔ محمد بن قاسم کے عہد میں سندھ مکران اور ملتان تک پھیلا ہوا تھا اتنا وسیع رقبہ رکھنے والا سندھ اب محدود رقبہ تک رہ گیا ہے۔

یہ دعوتی مکالمہ موجودہ سندھ میں رہنے والے ہندو برادری سے متعلق ہے، کیونکہ یہاں کی ہندو برادری کا مزاج مسلمانوں کے ساتھ کافی ملتا جلتا ہے۔ غمی و خوشی، شادی بیاہ وغیرہ کے مواقع پر ایک دوسرے کو سمجھنے سمجھانے میں آسانی ہو سکتی ہے جیسا کہ انگریز سامراج کے آنے سے پہلے ہندوستان میں اسی طرح کے مواقع میسر تھے۔

برصغیر میں انگریزوں کی آمد کے اسباب میں ایک سبب عیسائیت کی تبلیغ اور مذہبی انتشار پھیلانا بھی شامل تھا کیونکہ یورپ میں یہ سمجھا جاتا تھا کہ مشرقی ممالک میں عیسائیت کے پیروکاروں کو بہت ہی مشکلات کا سامنا ہے اور وہاں کے مسلمان ان پر ظلم و تشدد کرتے رہتے ہیں۔ ان عیسائیوں سے مشکلات ختم کرانے کے لئے انہوں نے برصغیر کا رخ کیا۔ سینٹ تھامس پہلا حواری تھا جس کی تبلیغ و دعوت پر ٹیکسلا کے راجہ ،، گونڈے خیرس،، نے عیسائیت اختیار کیا اس وقت ٹیکسلا بھی سندھ میں شامل تھا۔[17]

سندھ میں انگریز کی آمد سے پہلے یہاں خوشحالی تھی تجارت زوروں پر تھی کفایت، قناعت، خدا خوفی، مذہب سے دلچسپی، ہندو مسلم اتحاد و اتفاق، عوامی آزادی، حاکموں کے پاس فریادرسی میں آسانی، ہر ایک کے اختلاف اپنے اپنے رواج کے مطابق حل ہوتے تھے۔

سندھ کی قدیم تہذیب اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ یہاں کا تعلیمی نظام قبل از اسلام بھی منظم طریقے سے رائج تھا مگر سندھ کا اسلامی حکومت کے زیر نگیں آنے کے بعد تعلیمی میدان میں زبردست تبدیلیاں رو

نما ہوئیں[18] اسی زمانے میں منصورہ، دیبل، الور، بھکر اور سیوہن میں مدارس قائم ہوئے منصورہ کی علمی و ادبی حیثیت دمشق اور بغداد جیسی تھی اور سیوہن کا مدرسہ اسلامی دنیا میں،،فقہاء الاسلام،، کے نام سے شہرت یافتہ تھا جہاں پر بیرون ملک کے طلبہ بھی آکر تعلیم لیتے تھے۔[19]

ہندومت کا پس منظر و خصائل

ہندو دھرم (ہندومت) جسکو برہمن ازم بھی کہا جاتا ہے سندھ میں قبل بعثت پایا جاتا ہے یہ ایک بت پرستی کا دھرم ہے یہ عقائد عادات اور رسم ورواج کا ایک مجموعہ ہے، جو پندرھویں صدی قبل مسیح سے لیکر موجودہ وقت تک تشکیل پایا ہے۔ اس دھرم میں خاص طور سے فطرتِ آباؤ اجداد اور گائے کی پوجا اکثر اور دیگر حیوانات کی پوجا کمتر شامل ہے۔ آٹھویں صدی قبل مسیح میں ہندومت میں ترقی ہوئی جب برہمن ازم وضع کیا گیا اور انہوں نے براہما کی پوجا کرنے کی بات کہی۔ ہندو دھرم کا کوئی مخصوص بانی نہیں ہے اوران کی اکثر کتابوں کے بھی مصنفین معین نہیں ہیں کیونکہ ہندو دھرم کی تشکیل نیز اسکی کتب ایک لمبے زمانہ کے مراحل کے دوران وجود میں آئی ہیں۔

ہندو لفظ جغرافیائی پس منظر کا حامل ہے اور بنیادی طور پر یہ لفظ ان لوگوں کے لئے استعمال ہوتا تھا جو دریائے سندھ کے پانی سے سیر اب ہوتے تھے لفظ ہندو کا ذکر ہندوستانی ادب اور سندھ کے ابتدائی کتب میں کہیں بھی نہیں ملتا اور نہ ہی اسکا ذکر ہندو دھرم کی مقدس کتابوں میں ملتا ہے۔[20]

مذہبی اور اخلاقی انسائیکلوپیڈیا کے مطابق ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے قبل اہل ہند اس لفظ سے واقف نہ تھے نہ ہی کسی خاص مذہب کے پیروکار تھے۔ ہندومت یا ہندو دھرم ایک ایسی اصطلاح ہے جس پر مذاہب معمول کی تعریفات اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اس دھرم کو ہندومت کے بجائے "مناتن دھرما" جس کے معنی ہیں "ویدک دھرما" یعنی ویدوں کا مذہب کہنا بجا ہے۔

ہندومت کے ستون

ایک ہندو کے لئے اسقدر آزادی ہے کہ وہ جو چاہے عمل کرے کوئی بھی عمل اسے ہندومت سے خارج نہیں کرتا تاہم کچھ ایسے عقائد و نظریات بھی ہیں جو کہ انمیں یکساں پائے جاتے ہیں۔

ہندومت میں خدا کا تصور

عام ہندو کے ہاں بہت سارے خداؤں کا تصور پایا جاتا ہے اور وہ ان سب کے آگے وہی عمل بجالاتا ہے جو ایک حقیقی خدا کا ماننے والا بجالاتا ہے مگر کسی فاضل پڑھے لکھے ہندو سے معلوم کریں جو مذہبی کتب سے واقف ہو تو وہ جواب میں کہے گا کے حقیقی طور پر ایک ہندو کو ایک خدا پر ایمان و عقیدہ رکھنا چاہیے فرق صرف ایک لفظ "S" کا ہے مسلمان کہتا ہے ہر چیز کا مالک خدا ہے مگر ایک ہندو فاضل کہے گا ہر چیز خدا ہے۔ Every things is "God" Every things is "God's"

لیکن جب وہ کسی ایک معبود (دیوتا) کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو دل وجان سے متوجہ ہوتے ہیں یہاں تک کہ انکی نظروں سے دیگر تمام معبود (دیوتا) اوجھل ہوجاتے ہیں اور وہ اس وقت اسے پرم پر میشور یعنی دیوتاؤں کا دیوتا کے نام سے مخاطب ہوتے ہیں۔

ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ ہر فائدہ مند یا نقصان دہ فطرت جیسے پانی، ہوا، آگ ایک معبود دیوتا ہے جس کی پوجا کی جاتی ہے اور نذر ونیاز کے ذریعے تقرب حاصل ہوتا ہے۔

تثلیث (تری مورتی)

نویں صدی قبل مسیح میں کاہنوں نے تمام دیوتاؤں کو ایک دیوتا میں جمع کردیا جس نے اپنی ذات سے دنیا کو وجود بخشا اسی کو وہ براہما کہتے ہیں اور وِشنو شیو بھی۔ براہما اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ وہ رب اور وجود کا سبب ہے اور وشنو اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ وہ محافظ و نگہبان ہے شیو اس اعتبار سے کہ وہ ہلاک کرنے والا ہے۔

ہندو کہلانے والے لوگ گائے سمیت دیگر رینگنے والے جانور سانپ وغیرہ اور بندر کو کو بھی دیوتا کا درجہ دیکر پاک سمجھتے ہیں مگر ان سب سے زیادہ تقدس گائے کو حاصل ہے کہ اسے تکلیف پہنچانا یا ذبح کرنا کسی صورت میں روا نہیں رکھتے اگر اس کی موت واقع ہوجائے تو اسے دفناتے ہیں.

کرما

کرما کا مطلب ہے بدلہ کا قانون یعنی دنیا کا نظام ایک الٰہی نظام ہے جو خالص عدل پر قائم ہے یہ عدل ضروری طور پر ہو کر رہے گا موجودہ زندگی میں یا آنے والی زندگی میں اور ایک زندگی کا بدلہ دوسری زندگی میں ملیگا اور دنیا ابتلاؤ آزمائش کا گھر ہے جسطرح کہ یہ بدلے اور ثواب کا گھر ہے۔

آواگون (تناسخ ارواح)

جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا جسم فنا ہو جاتا ہے اور اس سے روح نکل جاتی ہے اور دنیاوی زندگی میں جو اس نے عمل کئے ہیں اس کے مطابق وہ ایک دوسرے جسم میں حلول کر جاتے ہے اور اس کا روپ اختیار کر لیتی ہے اور روح اس میں ایک نیا چکر شروع کر دیتی ہے۔

آزادی

نیک اور برے اعمال کے نتیجے میں بار بار نئی زندگی وجود میں آتی ہے تاکہ اس کے اندر روح کو سابقہ زندگی میں دیئے گئے اعمال کے مطابق ثواب یا عتاب دیا جائے جس شخص کو کسی چیز کی رغبت نہیں ہے اور ہرگز کسی چیز میں رغبت نہیں رکھتا اور خواہشات کا بھی پابند نہیں رہا اور اسکا نفس اپنے کئے پر مطمئن ہے وہ اپنے حواس کی طرف نہیں لوٹائی جاتی بلکہ اس کی روح براہما سے جا کر ملتی ہے روح معبودوں کی طرح دائمی و ابدی مستمر ہے، مخلوق نہیں ہے۔ انسان اور اس کے معبود کے درمیان تعلق اسی طرح ہے جیسے آگ کی چنگاری اور آگ کے درمیان تعلق ہوتا ہے جیسا کہ بیج اور درخت کے درمیان تعلق ہوتا ہے یہ پوری کائنات حقیقی وجود کا مظہر ہے اور انسانی روح بلند روح کا ایک حصہ ہے۔

زمین پر خدا کا نزول

ہندومت میں پیغمبرانِ خدا کا کوئی نظریہ و تصور نہیں پایا جاتا تاہم انمیں اوتار کا تصور اور نظریہ پایا جاتا ہے اوتار سنسکرت کی اصطلاح ہے اس کا مطلب ہے نیچے آنا یا اوپر سے نزول ہونا۔ آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق یہ ہے کہ "خدا تعالی جسمانی حالت میں زمین پر نزول فرماتا ہے۔ ہندومت میں یہ اعتقاد پایا جاتا ہے کہ انسانیت کو تہذیب یافتہ قوانین سکھانے کے لئے اور مذہب کو بچانے کے لئے نمونہ پیش کرنے کے لئے زمین پر خدا کا نزول فرمانا،، ویدوں میں کسی بھی جگہ اوتاروں کا ذکر نہیں ہے۔ ہندوؤں کے مقبول ترین اور ہندومت میں کثرت سے پڑھی جانے والی بھگوید گیتا میں ہے کہ:

> جب بھی اور جہاں کہیں بھی مذہب پر عمل در آمد زوال پذیری کا شکار ہوتا ہے اس وقت میں بذاتِ خود نزول فرماتا ہوں، بد کرداروں کو نیست و نابود کرنے کے لئے اور مذہب کے قوانین دوبارہ بحال کرنیکے لئے میں بذاتِ خود نمودار ہوتا ہوں ہزاروں برس بعد۔ پرانا کے مطابق کئی سو اوتار ہیں لیکن وشنو دس اوتار رکھتا ہے اسکے مختلف روپ ہوتے ہیں۔

ہندو مت میں بہت سی کتابیں مشہور ہیں۔ سب سے بڑی کتاب وید ہے اور اسکی چار قسمیں ہیں۔ رگ وید ،سام وید، اتھر وید، یجر وید، وید کی معنی ہے سمجھ، فہم، جاننا۔

ایک کتاب رامائن بھی ہے، جسمیں ایک لڑائی کی داستان لکھی گئی ہے رامائن میں سات کانڈ ہیں، گیتا بھی رامائن کا ایک حصہ ہے اس میں شری شنکر بھگوان کی نصیحتیں مذکور ہیں۔ گیتا میں اٹھارہ ادھیاہیں اسی گیتا میں سات اشلوک بھی ہیں۔

شرتی سمرتی وہ کتابیں ہیں جو گیان سے ملی ہیں شرتی کی تقسیم وید اور اپشند میں ہوتی ہے ﴿۲۱﴾ اور جن کتابوں میں دھرمی قوانین ہیں ان کو سمرتی کہا جاتا ہے۔ سمرتی کتاب پر نام منو سمرتی کی وجہ سے ہے، منو سمرتی منو مہراج نے تصنیف کی۔

کسی بھی کتاب میں بتوں کی پوجا کی تعلیم موجود نہیں لیکن ابتدا میں چونکہ ذہن پختہ کار نہیں ہوتا تو عبادت اور پوجا پاٹ کے دوران توجہ مرکوز کرنے کی غرض سے ایک بت درکار ہوتا ہے لیکن جب ذہن شعور کی بلند سطح پر پہنچ جاتا ہے تب توجہ مرکوز کرنے کی غرض سے بت کی ضرورت نہیں رہتی ۔ تصورِ خدا کے بارے میں ویدوں کا یہ بنیادی اصول ہے کہ خدا کی کوئی شکل وصورت نہیں لہذا یہ حقیقت جاننے کے باوجود سبھی مفکرین لوگوں کو غلط عمل اختیار کرنے پر کیسے خاموش رہ سکتے ہیں۔

دعوت دین کے لئے منہج کی تبدیلی

سندھ کے کافی علاقوں میں دعوتی مراکز قائم ہیں جہاں پر نو مسلموں کی تربیت کی جاتی ہے خصوصاً ڈھرکی میں درگاہ بھرچونڈی شریف جس کے روح رواں حافظ محمد صدیق بھرچونڈی تھے جہاں پر مولانا عبید اللہ سندھی جیسے نابغۂ روزگار شخصیت نے اسلام قبول کیا۔

آریہ سماج نے نئے مسلمان ہونے والے سنجوگی شیوخ کو لالچ دے کر مرتد بنانا شروع کیا اور انہوں نے اپنے مبلغین اور ہندو داعی میدان میں اتارے جو انکو،،شدھ،، کرکے پھر ہندو دھرم قبول کرواتے اور وہ لوگ مرتد ہو جاتے اور یہ باقائدہ ایک تحریک کی صورت میں کام ہو رہا تھا اور یہ شدھی تحریک کے نام سے تاریخ کے اوراق میں موجود ہے، اس شدھی تحریک کے جواب میں سید تاج محمود امروٹی کمر کس کر مقابلے میں نکل آئے اور اس کام کے لئے مولانا دین محمد وفائی، شیخ عبد المجید سندھی اور مولانا محمد صادق کھڈہ والے جیسے مجاہدوں کو منتخب کیا جو کہ وقتاً فوقتاً مولانا امروٹی کے ارشاد کے بموجب لبیک کہتے ہوئے سندھ کے کونے کونے میں دعوتِ دین دینے لگے مسلمانوں کے ایمان کو مضبوط اور مرتد،شدھ ہونے والے لوگوں

میں دین اسلام کی حقانیت ،توحید اور اسلام کی روح پھونکتے اور ساتھ ساتھ عوامی بیداری کے لئے خوب جلسے کرائے گئے باوجود پیرانہ سالی، ضعیف ہونیکے سید امروٹی بنفس نفیس جلسوں میں رونق افروز ہوتے ،بالآخر شدھی تحریک ناکام ہوئی اس کام میں پیر محمد صالح شاہ رانی پور والے بھی مولانا امروٹی کے ساتھ ہم رائے تھے۔[21] اس کام کے لئے سید تاج محمود امروٹی نے امروٹ شریف میں پریس بھی قائم کی علامہ غلام مصطفی قاسمی رقمطراز ہیں:

> امروٹ شریف میں دینی درسگاہ اور محمود المطابع کے قیام کے اور اس اس سے شایع ہونے والے تبلیغی دعوتی رسائل اور کتب کے نتائج بڑے اچھے نکل رہے تھے اور حضرت مولانا عبید اللہ سندھی نہایت اطمینان سے اپنی جدوجہد میں مصروف تھے۔[22]

سید امروٹی دعوت الی اللہ کے کام میں بہت ہی حساس تھے اور جو ہندو اسلام قبول کرتے انکے لئے دن رات ایک کر دیتے ،تربیت ، تعلیم ،ازدواجی زندگی کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے انہوں نے اپنے مرشد کی تعلیم کے مطابق غیر مسلموں میں اسلام کی اشاعت کا پروگرام ترتیب دیا تھا۔﴿۲۳﴾سید امروٹی کو غیر مسلموں میں اسلام کی اشاعت کے لئے ایک نسبت بھی حاصل تھی کہ وقت کے کامل ولی مولانا عبد الرحمن سندھی سکھروی جو کہ وقت کے اہل اللہ میں سے تھے اور داعیِ اسلام کے ساتھ ساتھ مبلغِ اسلام بھی تھے اور تبلیغ اسلام کے لئے براہ راست روحانی طور پر آپکو اویسی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ملی ہوئی تھی، اللہ تعالی نے آپ کے چہرے میں ایسی نورانیت ودیعت کی ہوئی تھی کہ جب بھی باہر نکلتے اور کسی غیر مسلم پر نظر پڑ جاتی وہ فوراًبیہوش ہو جاتا اور ہوش میں تب آتا جب اسکو آپ کے پاس لایا جاتا آپ فرماتے کیا یہ چہرہ بھی جہنم کا ایندھن بنے گا، ہوش میں آتے ہی وہ شخص کلمہ پڑھنے لگتا اسطرح سینکڑوں ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ ہندوؤں کی شکایت پر انگریز حکومت نے آپ کے باہر نکلنے پر پابندی عائد کر دی تھی ،سید امروٹی نے جب ان سے ملاقات کی تو فرمایا آپکے نصیب اچھے ہیں اشاعتِ اسلام کے لئے جو ہمیں اویسی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی ہوئی ہے وہ آپ کے حوالے کرتا ہوں، سید امروٹی نے اس نسبت کی ایسی لاج رکھی کہ سات ہزار ہندوؤں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کی۔[23]

دعوتِ دین کے لئے منہج کی تبدیلی

قال اللہ تعالیٰ: ادع الی سبیل ربک با لحکمة والموعظة الحسنة و جادلھم بالتی ھی احسن

ترجمہ: اپنے رب کی طرف لوگوں کو حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ بلاؤ اور اچھے طریقے سے مجادلہ کرو۔

اس آیت نے دعوتِ دین کا منہج بتلادیا کہ طریقۂ دعوت میں تین چیزیں ہیں، دعوت بالحکمہ، دعوت بالموعظہ الحسنہ اور مجادلہ یعنی ایک قسم تو دعوت کی یہ ہے کہ حکمت کے ساتھ کی جائے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ موعظہ حسنہ کے ساتھ کی جائے۔ ایک یہ ہے کہ مجادلہ حسنہ کیساتھ کی جائے اس کی توجیہ مختلف ہوسکتی ہے کہ جب سبیل رب یعنی اللہ کی طرف دعوت دی جائے گی تو اس میں دو چیزیں ہونگی ایک تو داعی کا مطلب دوسری اسکی نقیض ﴿مخالف چیز﴾ ہوگی یعنی اپنے دعویٰ کا اثبات اور دوسرے کے دعوی کا ابطال، اسمیں حکمت یہ معلوم ہوئی کہ اپنے دعوی پر علمی دلائل قائم کئے جائیں۔

اور مجادلہ یہ ہے کہ مخالف کے مدعیٰ کو باطل کیا جائے اصل مقصود تو یہ دونوں ہیں باقی تیسری چیز ایک اور ہے یعنی موعظہ حسنہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ شفقت بہت زیادہ ہے اسلئے موعظہ حسنہ کو بھی ایک طریقہ بتلادیا۔

موعظہ حسنہ

موعظہ حسنہ کی تحقیق یہ ہے کہ نصیحت کرنے والے دو قسم کے انسان ہوتے ہیں ایک تو ضابطہ و قانون کے ساتھ نصیحت کرنے والا وہ تو اپنے ضابطہ کا پابند ہوگا اور خانہ پری کریگا دوسرا وہ ناصح جسکو مخاطب پر شفقت بھی ہے

دعوت کے دو بنیادی کردار ہیں؛ ایک داعی دوسرا مدعو، تاہم دعوت کی کامیابی کا مکمل انحصار داعی ذات ہی ہے کیونکہ دعوت کے مضامین خواہ کتنے ہی پرکشش کیوں نہ ہوں اگر داعی کا طریق دعوت ڈھنگ کا نہیں ہے اور وہ مدعو کو حالات کے مطابق مختلف اسالیب اختیار کرتے بات سمجھانے کی قدرت نہیں رکھتا تو اسکی کامیابی کا کوئی امکان نہیں جو بات ایک پہلو سے سمجھ میں نہیں آتی وہ بات جب دوسرے انداز سے سامنے آتی ہے تو دل میں اتر جاتی ہے۔ داعی کی کامیابی صرف اس بات میں ہے کہ مدعو پکار اٹھے کہ اسنے بلاغ دعوت کا حق ادا کر دیا قرآن کریم کی اصطلاح میں تصریف آیات اِس چیز کا نام ہے،

﴿و کذلک نصرف الآیات و لیقولوا درست و لنبینہ لقوم یعلمون﴾[24]

ترجمہ: اور اسی طرح ہم اپنی دلیلیں مختلف اسالیب سے پیش کرتے ہیں تاکہ ان پر حجت قائم ہو جائے اور کہ اٹھیں کہ تم نے اچھی طرح پڑھ کر سنادیا

تاکہ ہم جاننے والوں کے لئے اچھی طرح واضح کر دیں۔

قرآن مجید کے اوّلین مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اسلئے قرآن مجید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دعوت کا طریقہ کار اور اسالیب کی تعلیم دی یہ ایک ایسی انفرادیت ہے جو اسلام کے علاوہ کسی بھی الہامی و غیر الہامی مذہب کو حاصل نہیں کہ اسنے اپنے پیروکاروں کو باقائدہ دعوت و تبلیغ کے اصول شرح وبسط کے ساتھ بتائے ہوں۔ یہ نکتہ کہ کن لوگوں کو سچائی کے قبول کرنے کی دعوت دینی چاہیئے، دنیامیں پہلی دفعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے ادا ہوا، وہ مذہب الہامی اور تبلیغی ہونے کا دعوی رکھتے ہیں، یہ نہیں کہ سکتے کہ ان کے صحیفوں نے ان کے لئے تبلیغ و دعوت کے اہم اصول کی تشریح کی ہے لیکن صحیفۂ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت اختصار لیکن پوری تشریح کے ساتھ اپنے متبعین کو یہ بتایا کہ پیغام الٰہی کو کس طرح لوگوں تک پہنچایا جائے اور انکو قبول حق کی دعوت کس طرح دی جائے۔

حوالہ جات

---

[1] سید شہزاد ناصر۔ قدیم سندھ کا عظیم شہر اروڑ، ص ۱۱۳، اردو محفل

[2] سید شہزاد ناصر۔ قدیم سندھ کا عظیم شہر اروڑ، ص ۱۱۳، اردو محفل

[3] سومرو مظہر االدین ڈاکٹر، تحریک آزادی میں علماء سندھ کا حصہ

[4] قدوسی اعجاز الحق، تاریخ سندھ حصہ اول، مرکزی اردو بورڈ لاہور، طبع فروری ۱۹۷۶ع ص

[5] تاریخ سندھ حصہ اول ایضاً، ص ۶۹۶، ۶۹۳،

[6] قانع علی شیر، تحفۃ الکرام، مترجم اختر رضوی، سندھی ادبی بورڈ، جامشورو ۲۰۰۲ع بار دوم، ص ۶۴

[7] تعلیقاتِ تاریخِ طاہری بحوالہ تاریخ سندھ حصہ اول ایضاً، ص ۶۹۶

[8] تاریخ سندھ حصہ اول ایضاً، ص ۶۹۶، ۶۹۳،

[9] تاریخ سندھ حصہ اول ایضاً، ص ۶۹۶، ۶۹۳،

[10] چچ نامہ سندھی، محقق مصحح وشارح ڈاکٹر نبی بخش بلوچ ص ۴۵۰

---

[11] ندوی ابو ظفر مولانا تاریخ سندھ ص ۹۰

[12] بلاذری ابوالحسن احمد بن یحی، فتوح البلدان جز دوم مترجم مولوی سید ابوالخیر، نفیس اکیڈمی کراچی، ص ۶۲۷

[13] ندوی سید سلیمان، عرب وہند کے تعلقات ص، ۱۱۳۴ اردو اکیڈمی سندھ، کراچی ۱۹۸۷

[14] تاریخ سندھ حصہ اول ایضاً، ص ۲۸۶۶،

[15] مبارک پوری قاضی اطھر، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، تنظیم فکر و نظر پبلیکیشنز سکھر، طبع ۱۹۸۷ع، ص ۱۲۲

[16] تاریخ سندھ حصہ اول ایضاً، ص ۴۶۹،

[17] راشدی سید حسام الدین، مکلی نامہ سندھی ادب بورڈ ص ۸۸ سے ماخوذ

[18] شیدائی مولائی رحیم داد، جنت االسند، سندھی ادبی بورڈ، طبع ۱۹۵۸ع، ص ۶۹

[19] غلام علی خواجہ ڈاکٹر، سندھی زبان کی حیثیت قبل از اسلام ﴿مقالہ﴾ نئین زندگی کراچی ستمبر ۱۹۸۸ع ص ۲۳

[20] شیدائی مولائی رحیم داد، تاریخ و تمدن سندھ، سندھ یونیورسٹی جامشورو حیدر آباد طبع ۱۹۵۹ع ص ۳۳۸

21 بخاری سید محمود شاہ آزادی جو امام ص ۲۳۰ روشنی پبلیکیشن کنڈیارو

[22] ماہانہ شریعت اشاعتِ خصوصی مشاہیر سندھ، ایڈیٹر مولانا عبد الوہاب چاچڑ،

[23] انڈھڑ ڈاکٹر عبد الوحید، سکھر تاریخ و تمدن، محکمہ ثقافت و سیاست حکومتِ سندھ۔ طبع ۲۰۰۰ع، ص ۲۵

[24] انعام آیت ۱۰۵